ڈاکٹر غلام قاسم مجاہد بلوچ
شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج برائے ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ (مردانہ)ڈیرہ غازی خان۔

بلوچ شعراء کے اُردو دواوین۔ تحقیقی جائزہ

Dr Ghulam Qasim Mujahid Baloch

Deptt. of Urdu, Govt. College for Elementary Teachers Training (for Men), D.G.Khan

Urdu Poetry Collections of Baloch Poets

The article introduces those Baloch Poets who contributed to Urdu Poetry and written Urdu Dewans. The first Baloch poet who wrote Urdu "Dewan" is Mullah Muhammad Hassan Brahoi of "Qalat State Balochistan" who completed his Urdu Dewan in 1847. The other Baloch poets who wrote Urdu Dewans are: Baqa Muhammad Bugti, Khizir Hayat Khizir Chandia, Zahoor Ahmad Fateh Sahaqani, Mir Abdul Hussain Khan Sangi Talpur, Mir Ali Nawaz Khan Naz Talpur and Muhammad Hayat Khan Bedar Rind. Three of these Baloch poets, belong to present province Balochistan, two belong to Sindh province and two belongs to Punjab province of Pakistan.

''دِیوان'' فارسی زُبان کالفظ ہے جس کے عمومی معانی: ''اجلاس بلانے کی جگہ''، ''نشست گاہ'' اور ''شاہی دربار'' کے ہیں(۱)۔لیکن شعری اصطلاح میں اس سے مراد کسی شاعر کی غزلیات کا وہ مجموعہ ہے جس میں غزلیات بلحاظ حروف تہجی ردیف وار ''الف تا یے'' درج کردی گئی ہوں اور یہ کمالِ فن کا اظہار ہوتا ہے۔ اگرچہ اُردو شاعری میں متعدد صاحبِ دیوان شاعر ہوگزرے ہیں لیکن دُنیائے اُردو میں اس حقیقت سے انتہائی کم لوگ آشنا ہوں گے کہ بلوچ شعراء نے بھی اُردو کے شعری خزانے میں نصف درجن کے لگ بھگ اُردو دواوین کا اثاثہ شامل کیا۔ان بلوچ شعراء کا مختصراوران کے اُردو دواوین کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے:۔

صحرا ہماری آنکھ میں:

بقا محمد بگٹی: ۱۹۷۸ء میں اللہ بخش خان بگٹی کے ہاں سُوئی، ڈیرہ بگٹی بلوچستان میں پیدا ہوئے۔بارہویں جماعت تک سوئی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ بلوچستان سے بی ایس سی کی۔۲۰۰۰ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے کیمیکل انجینئرنگ میں ڈگری لی۔ ''صحرا ہماری آنکھ میں'' ان کا شعری دیوان ہے جس کے آغاز میں ۹ صفحاتی دیباچہ: ''بقا بلوچ کی شاعری'' نوشتہ از ڈاکٹر شرافت عباس، رئیس شعبہ فارسی جامعہ بلوچستان کوئٹہ، پس ورق تقریظ نوشتہ از احمد ندیم قاسمی اور فلیپ

نوشتہ از ڈاکٹر فاروق احمد، پیش کردہ ہیں۔

دیوان ۱۱۶ منظومات کا حامل ہے جن میں ۸۳ غزلیات ہیں جو ردائف: ''الف ۔ب ۔پ ۔ت ۔ٹ ۔ج ۔چ ۔ح ۔خ ۔د ۔ڈ ۔ر ۔ڑ ۔ز ۔س ۔ش ۔ص ۔ض ۔ط ۔ظ ۔ع ۔غ ۔ف ۔ق ۔ک ۔گ ۔ل ۔م ۔ن ۔و ۔ہ ۔ی ۔ے'' میں نوشتہ ہیں مگر بلاترتیب ہیں۔ دیگر منظومات میں ۱۲ آزاد نظمیں، ۱۴ نثری نظمیں، ۱۸ قطعات، ۳ فردیات اور ۱۶ ہائیکو شامل ہیں۔ سرِ کلام: ایک حمد باری تعالیٰ، ایک نعت شریف نوشتہ ہے ۔نظموں میں: ''معبود۔ حقیقت۔ میر بالاچ ۔ ماں۔ تیرا نام۔ نارسائی۔ مجھے اک شعر کہنا ہے ۔ زندگی۔ نئے سمے کی کوئل ۔نذرِ عطا شاد ۔ دُعا۔خودفریبی۔دوریاں'' شامل ہیں۔ بقاؔ بلوچ کی شاعری جہاں انسان دوست اور رومانی ہے وہاں اس میں بلوچ قبائلی ثقافت کا عکس واضح جھلکتا نظر آتا ہے۔انہوں نے عالم گیر صداقتوں کے ساتھ معاصر رجحانات کو پیکرِ شعر میں منقش کیا۔ شعریت، غنائیت، لطافت، معنویت اور ندرت ان کا حسنِ کلام ہیں۔ نمونہ کے لیے کچھ متفرق اشعار ملاحظہ ہوں:

تیری لو، تیری ضو کہکشاں کہکشاں — توازل، تو ابد اور میں بے نشاں'' ص:۲۳

اب نہیں درد چھپانے کا قرینہ مجھ میں — کیا کروں بس گیا اک شخص انوکھا مجھ میں

اپنی مٹی سے رہی ایسی رفاقت مجھ کو — پھیلتا جاتا ہے اک ریت کا صحرا مجھ میں

میرے چہرے پہ اگر کرب کے آثار نہیں — یہ نہ سمجھو کہ نہیں کوئی تمنا مجھ میں

میں کنارے پہ کھڑا ہوں تو کوئی بات نہیں — بہتا رہتا ہے تری یاد کا دریا مجھ میں'' ص:۲۷

سیاہ آفؔ کی ٹھنڈی چھاؤں میں — گرم آفؔ کی تپتی ریتوں پر...

ان گلیوں میں، کوہساروں میں — صحرا کی چاندنی راتوں میں

اور ماں کی میٹھی لوری میں — بالاچؔ کی باتیں سنتا ہوں'' ص:۳۵

''شہر میں اب چار سُو ہیں خوف کی پرچھائیاں — ہر گلی سنسان ہے، در کھولتا کوئی نہیں

کاروانِ شب رواں ہے، سوئے دشتِ روشنی — بس یہی اک سانحہ ہے، رہنما کوئی نہیں'' ۵۵

''اندھیرا راستہ ہے اور میں ہوں — سفر ہے قافلہ ہے اور میں ہوں'' ص:۹۸

''دیپ جلا ویرانے میں — صحراؤں میں پھول کھلا'' ص:۱۴۱

''میرے بھاگ میں خار و خس — اس کے بھاگ میں تخت و تاج'' ص:۱۴۸

''گلشن کی اب خیر بقاؔ — ساری کلیاں ہیں غماز'' ص:۱۶۰

''شاخِ گل کی خیر بقاؔ — دست صبا میں اک مقراض'' ص:۱۶۶

''جس کی کوئی شام نہ ہو — ایسی ہو اک صبح طلوع'' ص:۱۷۰

''میں ہوں ایک نگیں انمول — مجھ کو مٹی میں مت رول'' ص:۱۷۷

''سپنے، آنسو، دُکھ، ارمان — میری لفظوں کے عنوان'' ص:۱۸۰(۲)

بقا کی شاعری اُردو شعری ادب میں بلوچستان کے رنگوں کے ساتھ ایک حسین اضافہ ہے۔

دیوانِ خضر:

خضر حیات خضرؔ بن محمد یوسف چانڈیہ، بادرہ ،سبی بلوچستان کے سکونتی ہیں۔اُردو کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ اپنے ’’دیوانِ خضر‘‘ میں :۸۶غزلیات،۶ پابند نظمیں،ایک نظم معریٰ،۲۰ قطعات،۱۹چہار بیتیاں اور کچھ فردیات پیش کیے۔

دیوان میں ردائف وار غزلیات بہ لحاظ تعداد:’’الف:۱۵۔ب:۱۔پ:۱۔ت:۲۔ٹ:۱۔ث:۱۔ج:۱۔چ:۱۔ح:۱۔د:۱۔ ڈ:۱۔ ر:۶۔ ڑ:۱۔ز:۱۔ش:۱۔ ص:۱۔ط:۱۔ظ:۱۔ غ:۱ ۔ ف:۱۔ ق:۲۔ک:۱۔ گ:۱۔ ل:۱ ۔م:۱۔ں:۴ ۔ و:۵۔ہ:۱۔ھ:۲۔ی:۷ ۔ے:۱۹‘‘ ملتی ہیں مگر یہ بلاترتیب پیش کردہ ہیں۔شاعری میں مضامین غزل کے علاوہ: وطن،قوم، ملت،دین،اعلیٰ اقدار،ترغیبِ نیکی کے خیالات ملتے ہیں۔غالبؔ اور فکرِ اقبالؔ علیہ رحمتہ سے متاثر ہیں۔کلام میں بلوچی ثقافت کا عکس واضح نظر آتا ہے۔فنی اعتبار سے ان کی پابند شاعری ہے۔انہوں نے کئی شعری تجربے بھی کیے۔پختہ فکر اور معتبر شاعر ہیں۔کلام دیوان سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

’’خمیازۂ خطا،خارِ غم،خوشی ختم خضرؔ — خرد خفا،خواب خراب،خرمن خام تیرا‘‘ص:۸

’’مضبوط ارادہ ہو تو کیوں کام ہو مشکل — پختہ ہے ایمان تو تیری ہے ہر منزل‘‘ص:۹

’’اک تری یاد تھی جو دل سے نہ اتری — ویسے تو بہت لوگ جدا ہو گئے مجھ سے‘‘ص:۱۶

’’کیا بتائیں کب سے لگی ہے دل میں آگ — لگی مگر پڑ گئی خود مشکل میں آگ‘‘ص:۲۴

’’خُلد میں ابلیس پہنچا کیوں کر — بارے اس کے سوچا کرے کوئی‘‘ص:۳۱

’’یہ دل،زباں،آنکھ سب مستعار ہیں — گزر رہے ہیں گویا ہم سب سراب سے‘‘ص:۵۱(۳)

محرابِ اُفق:

ظہور احمد فاتح بن عبداللطیف خان سحاقانی بلوچ ،۲۱مارچ ۱۹۵۲ء کو تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم تونسہ سے حاصل کی۔ایف اے گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان سے کیا۔بی اے اور ایم اے بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی ملتان سے کیے۔ایم فل علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد سے کیا۔۱۹۸۶ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے منتخب ہو کر انسٹرکٹر اسلامیات تعینات ہوئے۔اس وقت درس وتدریس سے وابستہ ہونے کے علاوہ گورنمنٹ کمرشل کالج تونسہ شریف کے پرنسپل ہیں۔اُردو میں نظم اور غزل کے شاعر ہیں۔کلام،روزنامہ نوائے وقت ملتان،روزنامہ پاکستان لاہور،المنظور تونسہ شریف،روہی کراچی،معمار جہاں کراچی،غرب ڈیرہ غازی خان،جرس ڈیرہ غازی خان اور دیگر جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔مجموعہ ہائے کلام میں:’’آئینہ دل۔روح تیرے مراقبے میں۔ساری بھول ہماری تھی۔سنہرے خواب مت دیکھو۔سلام کہتے ہیں۔کچھ دیر پہلے وصل سے،اساں بہوں دور ونجنا ہے‘‘ شامل ہیں۔کوہ سلیمان کے بلوچ شعراء کا بلوچی کلام دو تصانیف:’’عکاس فطرت‘‘اور’’ہفت رنگ‘‘ کی صورت میں منظوم اردو ترجمہ کر کے پیش کیا۔پابند شاعری کے علم بردار ہیں۔معمولی کلام آزاد شاعری میں بھی موجود ہے۔ظہور احمد فاتح کی شاعری صرف متذکرہ مطبوعہ شعری مجموعوں تک محدود نہیں بل کہ مختلف اصناف سخن میں انہوں نے بے پایاں اردو شاعری کی ہے۔ان کے غیر مطبوعہ کلام سے اوسط درجے کے ۴۵ دیوان تیار ہو سکتے ہیں۔اور اُردو کے اس بلوچ شاعر کی خاص بات یہ ہے کہ یہ رودکیؔ اور ملٹنؔ کی طرح روشنیٔ بصارت سے بے نیاز ہیں۔

ادبی تنظیم ''بزم فروغ ادب تونسہ شریف'' کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔شعرگوئی میں: غلام قادر بزدار، شاہد ماکلی نتکانی،شکیل احمد سحا قانی، محمد تنویر لعلوانی جیسے کئی بزرگ اور جوان شعرا کے شعری اصلاح کی خدمت انجام دے رہے ہیں اوران تلامیذ شعراء کے بھی اردو مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

''محرابِ اُفق''ظہوراحمد فاتح کا ۱۶۰صفحاتی اُردو دیوان ہے جسے انہوں نے ۲۰ جولائی ۲۰۱۰ءکو فاتح پبلی کیشنز، کالج روڈ تونسہ شریف، ڈیرہ غازی خان سے شائع کیا۔اس کے آغاز میں تین صفحاتی نثری دیباچہ بہ عنوان: ''تمہیدی کلمات'' صاحبِ دیوان کا خودنوشتہ ہے۔دیوان ہمن جملہ ۸۷غزلیات کا حامل ہے جو ردائف کے لحاظ سے ترتیب وار ہے۔اس میں ۱۶ ردائف کا استعمال ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔الف:۱۹،ب:۱،ت:۱،تھ:۱،د:۱،ر:۲،ڑ:۱،م:۱،ن:۲،نون غُنہ:۱۳،و:۵،ہ:۱، ی:۸،ے:۳۱۔ردائف: ''ے''،''الف'' اور ''نون غُنہ'' کی غزلیات سب سے زیادہ نظر آتی ہیں۔

فکری اعتبار سے اشعارِ دیوان کا غالب حصہ حسبِ روایت رومانی ہے۔تاہم دیگر افکار: انسان ووطن دوستی، غلامی سے نفرت، ترقی پسندی، امید، انقلاب اور دیگر افکار پر مبنی اشعار بھی ملتے ہیں۔کلام میں کربِ ذات، بے وفائی زمانہ، کہیں کہیں رجزیہ، شوخی اور تعلی کا انداز ملتا ہے۔بلوچ قبائلی ماحول کے لاشعوری احساسات کا اظہار بصورتِ استعمالِ الفاظ وتلمیحات عکس ریز ملتا ہے جیسے: کاروان، قافلہ، دشت، تھل، صحرا، لال کجاوے، کوہسار، بادل، باران، چاند، چاندنی، ڈیرہ، راول، سمّی وغیرہ۔

اشعار میں میر، غالب، اقبال اور حبیب جالب جیسے شعرا کے افکار کی اثر پذیری نظر آتی ہے۔کہیں کہیں توارد افکار کا گمان ہوتا ہے۔عروض کے اعتبار سے طویل اور مختصر دونوں انواع کی بحروں میں غزلیات ہیں۔آہنگ وتغزل سے مستزاد صنعتِ مراۃ النظیر، صنعتِ ایہام اور صنعتِ تضاد کا حسن وخوبی سے استعمال نظر آتا ہے۔ہندی گیت رنگ میں بھی ایک غزل موجود ہے۔الفاظ کا محتاط استعمال ان کے اشعار کو معتبر بناتا ہے۔وہ پنجاب میں دوسرے صاحبِ دیوان بلوچ شاعر ہونے کی حیثیت سے اُردو شاعری کو فرخندہ فرجام اُردو دیوان پیش کرتے نظر آتے ہیں جو بلوچ شعرا کے دواوین میں تازہ ترین دیوان ہے۔فنی پختگی کے اعتبار سے جہاں ان کا کلام اوجِ کمال پر ہے وہاں کیفیت تاثیر کے اعتبار سے بھی خاصے دل پذیر اور دل آویز اشعار ملتے ہیں۔صاحبِ دیوان تونسہ شریف جیسے پس ماندہ اور دورافتادہ علاقے سے اقلیم شعر میں وقار سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ان کی شعری وتخلیقی کاوشیں ایسے کئی اصحاب سے فائق نظر آتی ہیں جن کو پاکستان میں سرکاری سطح پر اعلیٰ اعزازات سے نوازکر سرفراز کیا گیا۔ان کے دیوان کی غزلیات سے ردیف وار کچھ منتخب اشعار درج ذیل ہیں:۔

''کسی نے کچے گھڑے کی جب داستاں چھیڑی ۔۔۔ تو سن کے رودادِ عشق رونے لگا کنارا
ہوا ہے یہ تجربہ ہمیں بار بار فاتح ۔۔۔ یقیں تھا جس پر بہت وہی کر گیا کنارا'' ص:۱۷
''یہ کاخ وقصر وایوان ومحل کب اپنی قسمت میں ۔۔۔ غنیمت ہے مری جاں سایۂ اشجار تھوڑا سا'' ص:۱۸
''ایک جھونکا جو چمن سے آیا ۔۔۔ تیرے کوچے کی ہوا جیسا تھا'' ص:۲۴
''محروم جنوں فاتح جینا بھی ہے کیا جینا ۔۔۔ یا قیس بنانا یا فرہاد ہمیں کرنا'' ص:۲۹
''لوگ سمجھے کہ فصلِ گل آئی ۔۔۔ شوخ زخمِ جگر ہمارا تھا

اپنی پرواز تا بہ سدرہ تھی   کہکشاں سے گذر ہمارا تھا‘‘ ص:۳۱

’’تھا کنجِ عزلت میں رنجِ ہجراں سے کس قدر اشکبار فاتح   مگر سرِ انجمن جو پہنچا تو راحتوں کا نقیب سا تھا‘‘ ص:۳۴

’’غزل سمجھے اسے یارانِ محفل   مِرے لب پہ ترا ذکرِ حسیں تھا‘‘ ص:۳۷

’’بن مانگے بخشنے میں تھا کیا حرج اے خدا   مجھ خستہ حال کو اگر ہوشِ دعا نہ تھا‘‘ ص:۳۹

’’تیرا تھا عکس ہر طرف تیری شبیہہ تھی   دل کا یہ فن کدہ تیرا آئینہ خانہ تھا‘‘ ص:۴۰

’’ضرور حلقۂ احباب مضطرب ہوتا   ابھی بیاں میں شاید اثر نہیں آیا

یہ راہِ راست ملی ہے بھٹک بھٹک کے مجھے   کہ رہنمائی کو میری خضر نہیں آیا‘‘ ص:۴۲

’’کتنی کڑی سزا ملی ذوقِ جمال کی   پروانہ چوم کر لبِ مشعل بکھر گیا

فاتح وفا کی راہ تھی دشوار کس قدر   سسی کو موت آ گئی راول بکھر گیا‘‘ ص:۴۷

’’دو گام ہیں اپنے لیے صحرا ہوں کہ دریا   حیران ہے دنیا مِری آشفتہ سری پر

خوش نام ہیں فاتح یہی اعزاز بہت ہے   ہر چند کہ تمغے نہ ملے خوش ہنری پر‘‘ ص:۵۴

’’ہماری آرزو یہ تھی رہے سب سے نہاں ہو کر   مگر اترا ہے لفظوں میں وہ زیب داستاں ہو کر

بہاتی ہے وہاں چشمِ فلک بھی خون کے آنسو   جہاں غارت گری کرتا ہے کوئی پاسباں ہو کر‘‘ ص:۵۵

’’فیض رسانی کا انعام یہی کچھ دیتے ہیں کیا لوگ   رو رو کر کہتا تھا مجھ سے بے دردی سے کٹتا پیڑ‘‘ ص:۵۶

’’تم تم، ہم ہم، فرق بہت ہے، بجلی بجلی، خرمن خرمن   پتھر پتھر نقش ہمارے عکس تمہارا درپن درپن‘‘ ص:۵۹

’’مِرے عمل سے پریشاں ہے اہرمن فاتح   قلم کو نیزہ بنا کر جہاد کرتا ہوں‘‘ ص:۶۴

’’نہیں معلوم گل ہو جاؤں کب اس تیز آندھی سے   کسی کے طاقِ در پر اِک لرزتا سا دیا ہوں میں‘‘ ص:۷۴

’’جسم ہیں انساں کے عاری پوشاکوں سے   قبروں پر زربفت چڑھاوے ملتے ہیں‘‘ ص:۸۱

’’بے تکلف اس میں در آتے ہیں درد و رنج و غم   دل حرم ایسا ہے جس کا پاسباں کوئی نہیں‘‘ ص:۸۴

’’دوستوں کا چارہ سازوں کا بھرم کھل جائے گا   دردِ دل کو اِک ذرا سا لا دوا ہونے تو دو‘‘ ص:۸۵

’’میرے دل کا درد فزوں کرو کبھی یوں کرو   مجھے سرفرازِ جنوں کرو کبھی یوں کرو‘‘ ص:۸۷

’’ہر سمت سیہ پوش لٹیرے ہیں مسلط   اک حشر سا برپا ہے سحر کیوں نہیں ہوتی‘‘ ص:۹۷

’’کیسے دیتے ہیں مجبورِ غزل گوئی مجھے فاتح   یہ بادل، بوندا باندی، زمزمے، موسم کی رنگینی‘‘ ص:۱۰۲

’’بارانِ اشک سے میری صورت نکھر گئی   سارا غبار دُھل گیا رنگت نکھر گئی‘‘ ص:۱۰۳

’’ٹوٹا ایک ستارہ ہوں میں، بے وقعت آوارہ ہوں میں   صحرا صحرا میرا مسکن، میرے ساتھ رہو گے کیسے‘‘ ص:۱۱۳

’’بدلے گئے سب حالات جہاں، وہ باغ کہاں وہ دشت کہاں   وہ پھول کہاں خوشبو والے، وہ خار کہاں نوکیلے سے‘‘ ص:۱۱۵

’’مِرے مرض مِری تکلیف کا ازالہ ہو   میں انتظار میں ہوں کب سے ابنِ مریم کے‘‘ ص:۱۱۷

’’میں کہ دریا مثال ہوں فاتح   پیاس کا تھل مِرا مقدر ہے‘‘ ص:۱۳۳

''تکلم بھی تغزل ہے تمہارا ذکر ہو جس میں — تمہاری یاد ہو جس میں وہ تنہائی بھی محفل ہے'' ص: ۱۳۴

''چھائی ہے سیہ رات سویرا تو نہیں ہے — ظلمت کا تسلط ہے اجالا تو نہیں ہے'' ص: ۱۴۰

''ختم سوز و کاہش و غم کا سفر ہونے کو ہے — قافلے والوں پہ رحمت کی نظر ہونے کو ہے

ہونے والا ہے عصائے موسیٰ پھر معجز نما — سامری کا سحر یکسر بے اثر ہونے کو ہے

ظلمتِ شب ہونے والی ہے گریزاں عنقریب — شب گزیدوں کو خبر کر دو سحر ہونے کو ہے

پیش قدمی ہی کیے جاؤ جلا کر کشتیاں — ساتھیو ہمت کرو میدان سر ہونے کو ہے'' ص: ۱۴۱

''اگر چہ تیری کاوش میری محنت سے بہت کم ہے — مِرے حصے میں فاقہ ہے ترے حصے میں چُوری ہے

جگا یا دوستوں کو خود بھی میں جاگا بہت فاتح — مگر صد حیف اب تک داستاں میری ادھوری ہے'' ص: ۱۴۹

''جب بھی دیکھوں دیارِ پسماندہ — اپنا ڈیرہ خیال میں آئے

خط میں کچھ راکھ ڈال دوں تا کہ — سوز میرا خیال میں آئے'' ص: ۱۵۶

''چاند سورج نہ کیسے گہنائیں — تُو جو زیرِ نقاب ہو جائے'' ص: ۱۶۰ (۴)

کلیاتِ سانگی:

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے حیدر آباد سندھ کے بلوچ حکم ران: سرکارِ بلند آثار ہز ہائی نس میر عبدالحسین خان سانگی (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء۔۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء) بن میر عباس علی خان مومن بن میر نصیر خان جعفری بن میر مراد علی خان بن بہرام خان بن شہداد خان ٹالپور کے سندھی/ سرائیکی اور اُردو کلام کو یک جا کر کے ''کلیاتِ سانگی یعنی مجموعہ کلام فصاحت نظام'' کی صورت شائع کرایا۔ کُلیات میں ابتدائی ۲۴ صفحات کے علاوہ ۸۵ صفحات کا سندھی میں مقدمہ نوشتہ ہے۔ دیگر ۵۶۸ صفحات، حاملِ کلام ہیں۔ کُلیات کے مختصر اُردو دیوان میں: ۵۴ غزلیات اور ایک منظوم خط صفحہ ۴۵۹ تا ۴۸۳، نوشتہ ہیں۔

دیوان میں ردیف الف کی چار غزلیات: ب، پ، ث، ج کی ایک ایک غزل نیز دیگر غزلیات: ''خ، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، غ، ف، ق، ک، ل، م، ن، ی'' کی ردائف میں پیش کردہ ہیں۔ شاعر کا اکثر اُردو کلام داستان گل و بلبل کا فکری ترجمان ہے۔ تاہم فطرت نگاری کے اشعار بھی ان کی شاعری کا حسن ہیں۔ یہ اُردو کے بلوچ شعرا میں تیسرے صاحبِ دیوان شاعر ہیں مگر اشاعت دواوین کے حوالے سے سر فہرست ہیں۔ انہوں نے ۱۹۰۴ء تک دو دواوین شائع کرائے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں اپنا تیسرا دیوان مرتب کیا۔ جنہیں کُلیات میں یک جا کر دیا گیا ہے۔ دِیوان سے چند اشعار بہ طور نمونہ کلام ملاحظہ ہوں:

''قابلِ دیدار ہے سیرِ گلستاں آج کل — کر رہے ہیں چہچہے مرغِ خوش الحاں آج کل

طائرِ دل اب نہ کیوں کر ہو گرفتارِ بلا — دام والے زلفِ پیچاں ہیں پریشاں آج کل'' ص: ۴۷۱

''پھر بہار آئی چمن میں مے پرستاں آج کل — اور ہی کچھ لطف رکھتا ہے گلستاں آج کل

کیا بجا لاؤں لبِ جاں بخش جاناں کی ثنا — لعل ہے یاقوت ہے یا ہے وہ مرجاں آج کل

شعر کا چرچا اٹھا جاتا ہے سے دنیا سے و لے — کب گراں قدرِ سخن ہو، جو ہے ارزاں آج کل'' ص: ۴۷۱

ان کے منظوم خط کا ایک شعر دیکھئے:

''کہیں غنچہ کہیں گل ہو شگفتہ   کہیں ہو ناز بو، سرسبز رُستہ
بہارِ یاسمین و نسترن ہے   ہوا رشکِ چمن سارا چمن ہے''ص:۴۸۳ (۵)

میر عبدالحسین سانگی ٹالپور نے شاعری میں ''کافی'' نگاری سے ابتداء کی۔ انہوں نے مجموعۂ کافی ''سوزِ سانگی'' کے نام سے مرتب کیا۔ چھ سندھی افسانے بھی ۱۹۰۴ء میں شائع کرائے۔ انہوں نے شاہ جو رسالو کے نسخے نقل کروائے اور خود بھی نقل کیے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے بارے روایتوں کو فارسی تصنیف: ''لطائف لطیفی'' کی صورت ۱۰ ذیقعد ۱۳۰۵ھ/۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء کو مرتب کر کے مکمل کیا جسے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے ''بھٹ شاہ ثقافتی مرکز'' کی طرف سے ۱۹۶۷ء میں شائع کرایا۔

کلیاتِ نازؔ:

ٹالپور (تالپور/ٹھال بُر) بلوچوں کا ایک علم و ادب دوست قبیلہ ہے جو مکران بلوچستان سے براہِ ''بھاگ ناڑی''، بستی چوٹی، ڈیرہ غازی خان میں ۱۴۹۲ء میں سکونت گزین ہوا۔ یہ قبیلہ اب بھی ڈیرہ غازی خان کی ''بستی تال پور'' میں آباد ہے جہاں مرزا خان تالپور سرکردہ سیاسی شخصیت ہیں۔ تال پور: ڈیرہ غازی خان سے سندھ کوچ کر گئے اور والیانِ سندھ کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔ کُلیاتِ نازؔ میں ان کو ہوتؔ بلوچ بتایا گیا ہے۔ ٹالپور قبیلے کے: ہز ہائی نس میر علی نواز خان نازؔ بن میر امام بخش خان بن میر فیض محمد خان بن علی مراد خان بن میر سہراب خان؛ ۹ اگست ۱۸۴۸ء کو کوٹ ڈیجی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کوٹ ڈیجی سے حاصل کی۔ بعدۂ چیفس کالج لاہور میں داخل ہو کر سترہ سال کی عمر تک زیرِ تعلیم رہے۔ ولی عہدی کے دور میں کئی سال دہلی اور اس کے مضافات میں قیام پذیر رہے۔ وہاں اُردو شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ آغا شاعر سے شعر گوئی میں اصلاح لی۔ انگلستان کا دورہ کیا۔ ۸ فروری ۱۹۳۱ء کو والد کی رحلت کے بعد ۱۵ فروری ۱۹۳۱ء کو ریاستِ خیر پور سندھ کے والی بنے۔ سندھی، سرائیکی، فارسی اور اُردو میں شاعری کی۔ اُردو کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔ ان کی تصانیف میں: ''آتشِ عشق۔ خلوتِ عشق۔ گلدستۂ نازؔ (مطبوعہ ۱۹۲۲ء دہلی)۔ رباعیاتِ خیام (اُردو ترجمہ)'' شامل ہیں۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء کو وفات کے بعد کوٹ ڈیجی میں دفن کیے گئے مگر وصیت کے مطابق بعدۂ کربلائے معلیٰ میں لے جا کر دفن کیے گئے۔

ان کا اُردو کلام ۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۱ء تلاش کیا جاتا رہا۔ دو ہزار کے لگ بھگ اشعار دست یاب ہوئے جن میں تقریباً پانچ سو اشعار: سلام، قصیدہ اور مراثی کے ہیں۔ دیگر اشعار غزلیات کے ہیں جنہیں کُلیاتِ نازؔ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ کُلیات میں: ۲۶ صفحاتی ''مقدمہ'' صفحہ ۵ تا ۳۰ نسیم امروہوی کا نوشتہ ہے۔ مقدمہ میں عنوانات قائم کر کے: شاعر کا تعارف، محاسنِ کلام اور اُردو سندھی روابط پر روشنی ڈالی گئی، جیسے: ''ازالۂ غلطی۔ سندھی اور اُردو لفظوں کی ہم آہنگی۔ اسمائے ذات۔ اسمائے صفات۔ اسمائے اعداد۔ ضمائر۔ افعال۔ روابط اور حروف۔ اُردو کے سندھی نژاد ادیب۔ حیاتِ نازؔ'' وغیرہ۔ کُلیات میں: اردو کلام صفحہ ۳۳ تا ۲۱۴ بہ انداز دیوان پیش کردہ ہے جہاں غزلیات کے علاوہ ایک سلام؛ ایک قصیدہ ''درمدح جناب زین العابدینؒ'' دو مراثی: ''درحال حضرت حبیب ابنِ مظاہرؓ'' اور ''درحال جناب فاطمۃ الزہراؓ'' نوشتہ ہیں۔

دیوان میں: ''ردیف الف کی ۲۵ غزلیات ہیں۔ دیگر ردائف میں: ''ب، پ، ت، ث، ج، ح، خ، د، ڈ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، غ، ف، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی، ے'' کی غزلیات شامل ہیں۔ میر علی نواز خان نازؔ ٹالپور بلوچ اُردو شعرا

میں دوسرے صاحبِ دیوان شاعر ہیں جب کہ اشاعتِ دیوان کے حوالے سے تیسری شخصیت ہیں۔موصوف، بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ جہاں قصۂ گل وبلبل کے مضامین پر دماغی صلاحیتیں صرف کی گئیں۔اشعار میں حسنِ بیان ہے۔ندرت خیالی ہے۔غزلیات میں ہجراوراس کی کلفتوں کا تذکرہ ہے۔میر تقی میراورسودا کا اثر بھی اشعار سے جھلکتا ہے، جیسے:

''سودا کے جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت — خدامِ ادب بولے، ابھی آنکھ لگی ہے'' (سودا)

''بالیں سے مری اُٹھ گئے یہ کہہ کے وہ آخر — کیا ان کا بھروسہ، یہ چراغ سحری ہے'' (نازؔ) ص:۱۴۷

اُردو دیوان کا آغاز اس حمدیہ شعر سے کیا:

''ناقص سے کیا بیاں ہو، یارب کمال تیرا — خورشید و ماہ میں ہے جاہ وجلال تیرا'' ص:۳۳

ندرت خیالی کے حوالے ایک شعر ملاحظہ ہو:

''کہہ اٹھے حُسنِ صنم دیکھ کے اللہ اللہ — بُت پرستوں کا مبارک ہومسلماں ہونا'' ص:۳۸ (۲)

میر علی نواز خان نازؔ کی سندھی اور سرائیکی شاعری کی ۲۱۳صفحاتی ''کُلیات ناز'' کو پروفیسرعطامحمد حامی نے مرتب کیا جسے سندھی ادبی بورڈ جام شورو حیدرآباد سے شائع کرایا گیا۔

کلیاتِ محمد حسن براہوئی:

نائب محمد حسن خان براہوئی (متوفی ۵ رمضان المبارک ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء) بن نائب عبدالرحمن بن آغا علی جان بنگل زئی بلوچ ساکن مستونگ، بلوچستان کے بلوچ شعرائے اُردو، میں اولیں صاحبِ دیوان شاعر ہیں جنہوں نے اپنا دیوان ۱۸۴۷ء میں: دہلی پر انگریزوں کے قبضے سے دس سال قبل اور مرزا غالب کے دیوان سے چھ سال بعد تکمیل پذیر کیا۔ یہ دیوان قلمی صورت میں ان کے خاندان کے پاس رہا۔۱۹۰۷ء میں رائے بہادر لالہ ہیتورام نے اپنی معروف تصنیف: ''تاریخِ بلوچستان'' میں نائب ملا محمد حسن خان کی شاعری کا حوالہ دیا۔ بلوچستان کے پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے ان کے قلمی دیوان کو ان کے پڑپوتے شیر علی بن نورالدین بن اللہ داد سے لے کر ۱۹۷۶ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع کرایا۔ ملا محمد حسن خان: ریاستِ بلوچستان میں خانِ قلات میر نصیر خان کی حکومت میں نائب (وزیر اعظم) تھے۔ بلوچی، بروہی، فارسی اور اُردو کے شاعر تھے۔ان کا شعری اثاثہ: چار قلمی دواوین فارسی اور ایک اُردو دیوان ہے۔وہ اُردو کو ہندی زبان لکھتے ہیں۔انہوں نے ۱۸۳۹ء میں خانِ قلات میر محراب خان بلوچ کی انگریزوں کے ہاتھوں شہادت کی ایک یادگار نظم بھی لکھی۔

نائب ملا محمد حسن خان کے اُردو دِیوان (کُلیات) میں: ایک حمد، ۵۸ غزلیات، ۵ نظمیں، سات رباعیات وقطعات ہیں اور یہ بقدر ۵۲۲ اشعار بنتے ہیں۔ان میں ردائف: ''الف'' کی گیارہ، ''ب، ت، د'' کی ایک ایک، ''ر'' کی سات، ''ض، ل'' کی ایک ایک، ''م'' کی تین، ''ن'' کی چار، ''و'' کی سات، ''ہ'' کی تین، ''ی، ے'' کی اٹھارہ، غزلیات نوشتہ ہیں۔ جب کہ نظموں میں: دو مخمس، ایک مستزاد اور دو ترجیع بند مشمولہ ہیں۔

نائب ملا محمد حسن خان نے اپنی اُردو شاعری میں چند بلوچی، جاٹکی اور پنجابی الفاظ بھی استعمال کیے، جیسے: ''بیا'' (اور)، پیا (پڑا)، پویا (پرویا)، جہلکار (جھلکار)، چلکتا (چمکتا)، خلخانہ (خلق خانہ)، مئے (میں) وغیرہ۔ان کا طرزِ املا قدیم ہے، جیسے وہ: ''آوے'' کو ''آوی''، ''اُسی'' کو ''اوسے''، ''تجھ'' کو ''تجہہ''، ''تیرے'' کو ''تیری''، ''دکھا'' کو ''دکہا''، ''دے''

کو "دی"، "سے" کو "سوں"، "کبھی" کو "کبی"، "کچھ" کو "کچ"، "کرے" کو "کری" لکھتے ہیں۔

ملا محمد حسن خان بلوچ کا کلام: کہیں کہیں، کلاسیک اُردو شعرا کے کلام سے مماثل نظر آتا ہے۔ان کے کلام میں ولی دکنی اور میر تقی میر کا پرتو جھلکتا ہے۔ مرزا رفیع سودا کی ایک غزل پر انہوں نے ایک مخمس لکھی۔ولی دکنی (۱۶۶۸ء۔۱۷۴۴ء) کے انداز میں ان کے چند اشعار دیکھئے:

مُکھ ترا آفتابِ محشر ہے — شور اس کا جہاں میں گھر گھر ہے (ولی)

"مکھ ترا صنم چو گلِ نو بہار ہے — ہر تار تارِ زلف ترا طرز مار ہے" (ملا حسن) ص:۶۳

تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سوں کہوں گا — جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا (ولی)

"یہ غزل بہر غزالاں جب حسن انشا کیا — تا ابد ایں نشہ مستی میں خاطر شاد ہے" (ملا حسن) ص:۶۳

ان کی ایک اُردو مخمس کے: بر غزلِ مرزا رفیع سودا (۱۷۱۶ء۔۱۷۸۱ء) اشعار دیکھئے:

"یارِ گل رُو صفِ گلزار میں جو آتا ہے — باغباں شرم سوں گلشن سیں نکل جاتا ہے

بلبل اس لحظہ زمُو تارِ رسن جاتا ہے — "ناصحا جامری بالیں سیں کہ دم رکتا ہے

نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں" ص:۷۵

انہوں نے میر تقی میر (۱۷۲۴ء۔۱۸۱۰ء) کے قوافی و ردائف سے ہم آہنگ قوافی و ردائف: جلوہ گری کا، نغمہ گری کا، لبِ شکری کا، کبک دری کا، بے ثمری کا، بے خبری کا، آہ سحری کا" استعمال کیے۔میر کا معروف شعر ہے کہ:

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے — کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

ملا محمد حسن خان لکھتے ہیں کہ:

افغاں مرا سُن کے کہا وہ بتِ مہرو — مگذار حسن دامن آہِ سحری کا" ص:۲۹

داخلی طور پر ملا محمد حسن بلوچ کی بیش تر اُردو شاعری کا محور: یک طرفہ مکالمۂ گل و بلبل ہے۔اس میں کیفیات ہجر ہیں اور حسن نگاری ہے۔وہ فضائے غزل سے کماحقہٗ آشنا ہیں اور اس کے برتنے کی پوری تخلیقی قدرت رکھتے ہیں۔اس لیے ان کی شاعری معاصر شعری روش کی ترجمان ہے جو غیر نظریاتی اور شادمانی طبع کی شاعری ہے۔وہ عرب و عجم اور ہندی ادب و ثقافت سے آشنا تھے۔اس لیے ان اماکن کی ادبی جہتیں ان کی شاعری کا روشن پہلو ہیں۔وہ اپنے کلام میں ایرانی کوہ: بے ستون اور فرہاد کی تلمیح استعمال کرتے ہیں۔تاثر کے اعتبار سے ان کی شاعری اعلیٰ معیار کی ہے اور وہ عمدہ سراپا نگار ہیں۔دو شعر دیکھئے:

پیچ و پیچ و خم بہ خم، صد حلقہ زلفِ یار ہے — قید ہے، تارِ رسن ہے، رشتہ ہے، زُنار ہے

یہ کجی تیرے بھنوؤں کی دیکھ کر عالم کہا — قوس ہے، مہ ہے، کماں ہے، تیغ جو ہر دار ہے" ص:۶۴

اِن اشعار میں صفتِ خوباں، صنعتِ تکرار اور صنعتِ ایہام دیکھئے:

کروں کیا وصف مَیں جو کیا ہے دلبر — سمن بر ہے، سمن بر ہے، سمن بر

[بیا] اس قد و بالا کو کہوں کیا — صنوبر ہے، صنوبر ہے، صنوبر

اسی کے واسطے بلبل چمن میں — نوا گر ہے، نوا گر ہے، نوا گر" ص:۳۷

ملا محمد حسن خان چند سال قید رہے۔ اس دوران انہوں نے ایک ترجیع بند میں حضرت علیؑ کی منقبت بیان کی اور اسیری سے اپنی خلاصی کے لیے ان سے التجا کی۔ ذرا معیارِ اشعار دیکھئے:

کیا تجھ کو احمدؐ بہ خُم غدیر — امیرانِ عالم پہ تجھ کو امیر
تُو ہے صاحبِ مُلک و تاج و سریر — خدا کا اسد ہے نبیؐ کا وزیر
نہیں تجھ کو شاہاں میں ہرگز نظیر — مجھے دے خلاص از عدوئے شریر
خبر لے مرے حال کی خسروا — کہ تو ہے مرے حال پہ ہم خبیر
کفِ دست تیرا ہے مشکل کُشا — ترے دست کا نام ہے دست گیر
سدا اُس مرا و شتابی نُما — خبر لے مری جلد یا سیدا!'' ص:۸۳(۷)

محمد حسن خان براہوی کی مطبوعہ کُلیات کے دو صفحاتی ''پیش لفظ'' میں، ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ:

''اس نے اُردو شاعری کی روایت کو اصل روایت سے جوڑ دیا۔ اور آج اس کُلیات کے حوالے کے بغیر خود اُردو زبان و شاعری کی قدیم روایت نامکمل رہ جاتی۔'' ص:۳

پروفیسر ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے ادب کے بین الاقوامی کانفرنس میں اپنی تقریر کے دوران اس صاحبِ دیوان بلوچ شاعر کو کچھ ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا کہ:

بلوچ اس خطے کی ایک قوم ہے اور اُردو ادبیات کے حوالے سے بلوچ ادباء و شعراء کی گراں قدر خدمات ہیں مگر تاریخ ادب اردو اور نصابیات میں ان کا تذکرہ ناپید ہے۔ اسی طرح وہ تاریخِ ادب اُردو میں جائز مقام سے محروم ہیں۔ ملا محمد حسن خان بلوچ نے عہدِ غالب میں ریاست قلات بلوچستان سے اُردو کا مکمل ''دیوان'' لکھا تھا۔ اور دیوان لکھنا کوئی معمولی بات نہیں!''(۸)

ملا محمد حسن خان براہوئی کی مطبوعہ کُلیات بلحاظِ ترتیب: قلمی دیوان میں نوشتہ کلام کے علی الرغم ہے۔ دیوان کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر ''مرتب'' نے اس کا سولہ صفحاتی مقدمہ رقم کیا ہے۔

دیوانِ بیدار:

محمد حیات خان بیدارؔ رِند بلوچ نے اپنی تصنیف: ''احسن البیان یعنی تواریخِ بلوچاں'' کی طباعت کے علاوہ اپنی اُردو شاعری کے دیوان کی اشاعت کا بھی تذکرہ کیا۔ وہ ''احسن البیان'' کے ''پس ورق'' پر بطور اعلان و اشتہار رقم کرتے ہیں کہ:

''دیوان بیدارؔ۔ لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ سائیز عمدہ اور مقبول عام ہے۔ کتاب ہٰذا مرثیہ جات سے پُر۔ حالات کربلا معلیٰ مکمل معہ تیاری و واپسی اہلبیت کرام۔ ولادت امیر علیہ السلام معہ شہادت و مقدمہ خلافت و فدک باثبوت صحیح اور موزون لفظوں میں فاضل مصنف نے اردو نظم کیا ہے۔ مصائب تمام مسدس میں ظاہر کیا ہے۔ تینتیس سلام فضائیل و مخدومہ کونین کا میدان قیامت میں آنا نہایت دلسوز پیرایہ میں گویا قیامت کا سچا فوٹو کھینچا گیا ہے۔ محبانِ آل اطہار کے لئے ضروری بلکہ فرضی محرمی تحفہ ہے۔ قیمت ۸/عہ ہے۔ جلدی آرڈر بھیجکر منگوالین کیونکہ پانصد کا پیاں باقی ہے ورنہ بعد فروخت پچھتانہ پڑے گا۔ پتا: حیات بک ڈپو موضع

دھتی ڈاکخانہ ۱۸ہزاری ضلع جھنگ۔''(۹)

اگر اس پس ورق کے نوشتہ کو معتبر تسلیم کیا جائے تو محمد حیات خان بیدآر رند بلوچ؛ پنجاب میں اُردو کے اولیں بلوچ شاعر نظر آتے ہیں جن کا اُردو ئی مجموعہ کلام سب بلوچ شعرا کے مجموعہ ہائے کلام سے قبل شائع ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ یہ، ملا محمد حسن براہوئی کے مجموعہ کلام کی اشاعت سے ۴۳ سال قبل طبع ہوا۔ جب کہ ملا محمد حسن براہوئی کا مجموعۂ کلام مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ ہر چند کہ اشعار نویسی میں ملا محمد حسن براہوئی کو ان سے زمانی تقدم حاصل ہے۔پس ورق کے اعلان نامہ میں ان کے مراثی، سلام، احوال کربلا پر نظمیں نیز مصائب، مسدس کی صورت میں پیش کردہ بتائے گئے ہیں۔گو کہ راقم کی ابھی تک ''دیوانِ بیدار'' کے کسی مطبوعہ نسخے تک رسائی نہ ہوسکی ہے البتہ احسن البیان میں ان کا کچھ فصیح مطبوعہ کلام موجود ہے جو ان کی سخن وری اور قادر الکلامی پر دال ہے۔نمونہ کے لیے احسن البیان میں مشمولہ نظم ''حمد خدا'' سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

''ہر جگہ موجود ہے لیکن نظر آتا نہیں — بے فنا ہونے کے اللہ کو کوئی پاتا نہیں
لن ترانی کی صدا سن کے ہوئے حیراں کلیمؑ — آہ مقامِ رب ارنی تک قدم جاتا نہیں
مختلف ہے اہلِ دنیا میں خیال متعال — پر مسلماں کا خدا پیتا نہیں کھاتا نہیں
نہ کسی سے وہ ہوا ہے نہ کوئی اس کا پسر — کیا ہواللہ احد وہ آپ فرماتا نہیں؟
زندگی ہے گنہ گاروں کی فقط لاتقنطو — اس کی رحمت کے سوا کوئی فلاح پاتا نہیں
خود پرستی میں گذرتی ہے مری عمر رواں — کاش مجھ نادان کو کوئی بھی سمجھاتا نہیں
پوچھتے ہم بھی کسی سے حیف احوالِ بقا — جو گذرتا ہے یہاں سے لوٹ کر آتا نہیں'' ص:۱(۱۰)

حوالہ جات

۱۔ فیروزالدین،مولوی الحاج (۱۹۹۰ء؟) فیروزالغات، لاہور، فیروزسنز لمیٹڈ، ص:۶۷۴۔

۲۔ بقاؔ بلوچ (۲۰۰۳ء) صحرا ہماری آنکھ میں، ڈیرہ بگٹی بلوچستان، بالمقابل پٹرول پمپ محمد کالونی، سوئی۔

۳۔ خضر حیات خضرؔ (۱۹۹۹ء) دیوانِ خضر، کوئٹہ، یونا ئیٹڈ پرنٹرز۔

۴۔ ظہور احمد فاتحؔ (۲۰ جولائی ۲۰۱۰ء) محرابِ افُق، ڈیرہ غازی خان، فاتح پبلی کیشنز، کالج روڈ تونسہ شریف۔

۵۔ [عبدالحسین خان سانگی، میر]/ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ [مرتب] (۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) کلیاتِ سانگی، حیدرآباد پاکستان، سندھی ادبی بورڈ۔

۶۔ [علی نواز خان نازؔ ٹالپور، میر]/رئیس امروہوی [مرتب] (۱۹۶۷ء؟) کلیاتِ ناز، خیر پور میرس، ادارہ سہ روزہ ''مراد'' ۴۲/نظامانی۔

۷۔ [محمد حسن براہوئی]/انعام الحق کوثر، ڈاکٹر [مرتب] (دسمبر ۱۹۷۶ء) کلیاتِ محمد حسن براہوئی، لاہور، احمد ندیم قاسمی، ناظم مجلس ترقی ادب۔

۸۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر (۷ نومبر ۲۰۱۲ء) ''نصابِ تعلیم اور بقائے باہمی [تقریری مقالہ]''، خیر پور، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، سندھ۔

۹۔ بحوالہ: محمد حیات خان بیدارؔ رند بلوچ (۱۹۳۳ء) احسن البیان یعنی تواریخ بلوچاں، لاہور مفید عام پریس، بیرون موچی دروازہ۔ (محمد حیات خان بیدار رند بلوچ (۱۹۳۳ء؟) دیوانِ بیدار، لاہور، رفیق عام پریس، بیرون موچی دروازہ؟/جھنگ، حیات بک ڈپو، موضع دھمی، اٹھارہ ہزاری؟)۔

۱۰۔ محمد حیات خان بیدارؔ رند بلوچ (۱۹۳۳ء) احسن البیان یعنی تواریخ بلوچاں، لاہور مفید عام پریس، بیرون موچی دروازہ۔